سالار جنگ میوزیم

سالار جنگ میوزیم

از

سید مبارز الدین رفعت ایم۔اے (عثمانیہ)

معلم ادبیات فارسی جامعہ عثمانیہ

مطبوعہ اقبال پرنٹنگ پریس چارمینار حیدرآباد دکن

تعداد (۱۰۰۰)　　ستمبر ۱۹۵۶ء　　قیمت ایک روپیہ

مطالب

دو باتیں

سالارجنگ میوزیم ایشیا کا سب سے بڑا میوزیم اور اکیلے ایک آدمی کے جمع کیے ہوئے مجموعۂ نوادر کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر ہے یہ کتابچہ اس عجائب گھر کی سیر کے لئے آنے والی عام پبلک کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں میوزم کے بانی، نواب میر یوسف علی خاں سالارجنگ سوم کے خاندان کی مختصر تاریخ اور ان کی شخصیت کے پس منظر میں اس عجائب گھر کا ایک عام خاکہ اور اس کے اہم ترین نوادر کی خصوصیات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ کتابچہ علم دوست اور دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ایک رہنما کا کام دے گا اور اس عجائب گھر سے ان کی دلچسپی میں اضافہ کرے گا۔

اس کتابچے کے لکھنے میں سالارجنگ میوزیم کے جوائنٹ سپرنٹنڈنٹ محترمی سید مسعود احمد صاحب رضوی نے جس محبت اور جس شفقت کے ساتھ میری رہبری فرمائی ہے اس کیلئے میں ان کا دل سے شکرگزار ہوں۔ یہ کتابچہ سالارجنگ اسٹیٹ کمیٹی کی اعانت سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اس اعانت کے لئے میں عالیجناب نواب مہدی نواز جنگ بہادر صدر نشین سالارجنگ اسٹیٹ کمیٹی اور اپنے محترم استاد پروفیسر حسین علی خاں صاحب رکن کمیٹی کا تہ دل سے سپاس گزار ہوں۔

مبارز الدین رفعت

حیدرآباد دکن
۲۰ مئی سنہ ۱۹۵۶ء

سالار جنگ میوزیم

کیا دولتِ بیدار ہے اربابِ ہنر کی
قیمت ہے یہاں ہیچ زر و لعل گہر کی
یہ گنج گراں مایۂ تہذیب و تمدن
معراج ہے حسنِ عمل و ذوقِ نظر کی

سکندر علی وجد

سالار جنگ میوزیم

سالار جنگ کا خاندان

سالار جنگ میوزیم (حیدر آباد دکن) کے بانی نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم ریاست حیدر آباد کے بہت اونچے درجے کے امیروں میں گنے جاتے تھے مرحوم حیدر آباد کے امیروں میں ان کا رتبہ ریاست کے سب سے اونچے پائگاہی امراء کے برابر اور بس اعلیٰ حضرت حضور نظام کے درجہ کے بعد ہی مانا جاتا تھا۔ ان کے خاندان کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ اس سے آصف جاہی فرماں رواؤں نے مملکت آصفیہ کی وزارت عظمیٰ کے لئے یکے بعد دیگرے پانچ امیر چنے۔ یہ اعزاز حیدر آباد کے کسی اور امیر گھرانے کو حاصل نہ تھا۔ ان کے خاندان کا ریاست حیدر آباد کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ سے گہرا اور دور رس تعلق تھا۔ ان کے جاگیری علاقے کا رقبہ کوئی (۱۴۸۰) مربع میل تھا

کم و بیش اتنا ہی رقبہ پنجاب کی مشہور سکھ ریاست پٹیالہ کا تھا۔ آبادی تقریباً ڈھائی لاکھ اور سالانہ آمدنی اٹھارہ انیس لاکھ روپیے سے زیادہ تھی۔ اجنتا کے مشہور عالم غار ان ہی نواب سالار جنگ کے جاگیری علاقے میں واقع تھے

نواب میر تراب علی خاں سالار جنگ اول

(۱۸۲۹ء - ۱۸۸۳ء)

نواب سالار جنگ کے خاندان میں وزارت عظمٰی کا عہدہ سب سے پہلے ابوالقاسم میر عالم کو ملا جو نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد کے بڑے امیر تھے۔ میر عالم کے بعد پھر نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع کے عہد میں میر عالم کے داماد امیر الامرا نواب علی زماں خاں بدیوانی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ امیر الامرا نواب علی زماں خاں کے دوسرے لڑکے نواب محمد علی خاں کے اکلوتے صاحبزادے نواب میر تراب علی خاں مختار الملک سر سالار جنگ اول تھے۔ نواب میر تراب علی خاں نے اپنی غیر معمولی شخصیت اور فراست و تدبر سے اس خاندان کا نام بہت روشن کیا۔ ان کی زبردست شخصیت نے ان کے خطاب سالار جنگ کو ہندستان گیر شہرت بخشی اور یورپ کے ملکوں میں اسے متعارف کرایا۔

نواب میر تراب علی خاں مختار الملک سر سالار جنگ اول ۱۸۵۳ء
میں ریاست حیدر آباد کے چوتھے آصف جاہی حکمراں نواب ناصر الدولہ بہادر
کے عہد میں ریاست کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ وہ جتنے بڑے درجے کے مدبر
اور سیاس تھے اتنے ہی اونچے درجے کے ماہر نظم و نسق بھی تھے جس عہد میں
انہوں نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک نازک
دور تھا۔ اس عہد میں ہندوستان کے پورے طول و عرض میں بڑی بدنظمی
پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بڑے سیاسی انتشار اور افراتفری کا زمانہ تھا نظم و نسق
کی بدنظمی سے ریاست حیدر آباد بھی بچی نہ تھی۔ وزارت کے منصب پر فائز
ہوتے ہی سر سالار جنگ نے ریاست کے تمام محکموں کی نئے سرے سے تنظیم کی
اور ریاست کے انتظام میں ایسی باقاعدگی پیدا کی کہ ان کے بعد سو سال
تک ان ہی کے بنائے ہوئے اصولوں پر ریاست کا نظم و نسق نہایت عمدگی
کے ساتھ چلتا رہا۔ نواب سر سالار جنگ اول کی وزارت سے پہلے ریاست کی
سرکاری زبان فارسی تھی۔ یہ ان ہی کا احسان ہے کہ انھوں نے فارسی کی
جگہ اردو کو ریاست کی سرکاری زبان قرار دیا۔

نواب سر سالار جنگ اول یکے بعد دیگرے تین نظاموں یعنی نواب

ناصر الدولہ، نواب افضل الدولہ اور نواب میر محبوب علی خاں کے عہد حکومت میں وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔ موجودہ حضور نظام کے والد اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خاں ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد نواب افضل الدولہ انتقال کر گئے۔ اعلیٰ حضرت کے جوان ہونے تک ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لئے جو کونسل آف ریجنسی قائم کی گئی تھی، نواب سر سالار جنگ اوّل مدتوں اس کونسل کے صدر بھی رہے۔

۱۸۷۶ء میں حکومت انگلستان کی دعوت پر نواب سر سالار جنگ اول نے انگلستان کا دورہ کیا۔ انگلستان کے سوا دو مہینوں تک انھوں نے یورپ کے مختلف ملکوں کی سیاحت بھی کی۔ وہ جہاں کہیں بھی گئے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ۱۸۸۳ء میں اس بڑے مدبر نے مرض ہیضہ سے انتقال کیا۔ اس وقت انکی عمر ۵۵ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ان کی وزارت اور ریجنسی کا زمانہ سب ملا کر تیس ۳۰ سال ہوتا ہے اس تیس سال کی طویل مدت میں وہ ریاست حیدرآباد کے سب سے زیادہ با اختیار اور مقتدر آدمی رہے۔

نواب میر لائق علی خاں سر سالار جنگ دوم

۱۸۶۳ء — ۱۸۸۹ء

نواب میر تراب علی خاں سر سالار جنگ اول کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے نواب میر لائق علی خاں منیر الملک سر سالار جنگ ثانی اُن کے جانشین ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے دو سال بعد ۱۸۸۵ء میں وہ ریاست حیدرآباد کے وزیراعظم مقرر کئے گئے چار سال تک وزیر اعظم رہنے کے بعد اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خاں سے ان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور وہ اس عہدے سے ہٹا دئے گئے۔ وزارت سے ہٹنے کے بعد انھوں نے عراق اور مصر و شام کا سفر کیا۔ انہوں نے عین عالم شباب میں صرف چھبیس سال کی عمر پاکر انتقال کیا۔

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم

۱۸۸۹ء — ۱۹۴۹ء

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم جو سالار جنگ میوزم کے بانی ہیں سر سالار جنگ اول کے پوتے اور سر سالار جنگ دوم کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ۱۴ جون ۱۸۸۹ء کو مقام پونہ پیدا ہوئے۔ ابھی ایک مہینے کے بھی نہ ہوئے تھے۔

کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ اور ابھی ایک سال کے بھی نہ ہونے پائے تھے
کہ ان کے ایک ہی چچا نواب منیر الملک بھی انتقال کر گئے۔ اعلیٰ حضرت حضور
نظام نواب میر محبوب علی خاں نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ مبذول
فرمائی اور ان کی آبائی جاگیر کو سرکاری نگرانی میں دے دیا۔ نواب میر یوسف علی خاں
نے ابتدائی تعلیم گھر پر پائی اس کے بعد انہیں حیدر آباد کے مشہور اسکول مدرسۂ عالیہ
میں شریک کرا دیا گیا جہاں انھوں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔ جوان ہونے پر
مرحوم حضور نظام نے انھیں ان کے موروثی خطاب سالار جنگ سے سرفراز کیا
اور ان کی جاگیر پر سے سرکاری نگرانی ہٹالی ۱۹۱۲ء میں موجودہ حضور نظام
اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں کے عہد میں وہ بھی اپنے والد اور دادا کی
طرح ریاست کے وزیر اعظم مقرر کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر پورے تیس سال
کی بھی نہ تھی۔ اس موقع پر کسی شاعر نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش
کیا تھا جس کا ایک مصرع "زلیخا بن کے دیوانی میرے یوسف کے گھر آئی" ان کے نام
اور عہدے کی مناسبت سے بہت دنوں تک حیدر آباد کے لوگوں کی زبان پر
چڑھا رہا۔ تقریباً تین سال تک وہ اس جلیل القدر عہدے پر فائز رہے۔ لیکن ان
کے دادا نواب مختار الملک سر سالار جنگ اول کی سی اقبال مندی ان کے

والد کو نصیب ہوئی اور نہ وہ اس کے حصہ دار ہو سکے تین سال کے بعد وہ بھی ۱۹۱۲ء میں وزارت کے عہدے سے ہٹا دئے گئے۔ وزارت عظمیٰ کے عہدے سے ہٹنے کے کوئی پانچ سال بعد انھوں نے پہلی بار یورپ کا سفر کیا اور تقریباً نو مہینوں تک وہ یورپ کے ملکوں میں گھومتے رہے۔ اس سفر میں انھوں نے بہت سی نادر چیزیں خریدیں اور کتابوں کا ایک زبردست ذخیرہ بھی اپنے ساتھ لیتے آئے۔ سفر یورپ کے کوئی دس سال بعد انھوں نے ایران، عراق، شام، فلسطین اور مصر کا سفر کیا۔ اس کے بعد سات سال کی مدت میں انھوں نے دو بار اور یورپ کے سفر کئے ان سفروں میں انھوں نے مشرقی اور مغربی ملکوں کی بہت ہی نادر چیزیں خریدیں۔

نواب سالار جنگ سوم نے شادی نہیں کی تھی ان کے اس طرح مجرد رہنے پر حیدرآباد میں طرح طرح کی داستانیں مشہور ہوگئی تھیں چند در چند وجوہات کی بناء پر ان کی شادی میں کچھ ایسے پیچ پڑے کہ ان کی شادی نہ ہوتی تھی نہ ہوئی ان کی قسمت میں سہرے کے پھولوں کا کھلنا لکھا ہی نہ تھا۔ ان کا سہرا ان کے خزانے ہی سے بندھا۔

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ بڑے وجیہ آدمی تھے کھلا ہوا گندمی

رنگ، اونچا قد، چھریرا بدن بڑی بڑی غلافی آنکھیں چوڑا سینہ، پتلی کمر، اونچی پیشانی گول بڑا سر۔ اتنا بڑا کہ ان کے سر کے لئے ترکی ٹوپی خاص طور آرڈر دیکر منوانی پڑتی تھی دانت چمکیلے اور خوبصورت تھے جن کے صاف رکھنے کا وہ بڑا اہتمام کرتے تھے۔ سر پر انگریزی بال داڑھی صاف۔ باریک مونچھیں۔ وہ بڑے جامہ زیب آدمی تھے۔ کپڑوں کی تراش خراش میں نئی نئی جدتیں کرتے تھے اور ان کی جامہ زیبی کی وجہ سے یہ جدتیں حیدرآباد کے فیشن میں داخل ہو جاتی تھیں۔ عام طور پر وہ قراقلی کی ایرانی وضع کی ٹوپی پہنتے تھے لیکن اس کی تراش میں ذرا سی جدت سے کام لیا اور وہ سالار جنگی ٹوپی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ شیروانی کے سینے کی جیبوں پر تکونی پردہ لگوایا اور اس کی نوک جیب کے بیچ میں گھنڈی سے لگائی۔ شیروانی کے گلے میں ہک لگانے کی جگہ کاج دیکر قمیص کے بٹن استعمال کئے۔ اور یہ سب جدتیں حیدرآباد کی خوش پوش دنیا میں مقبول رہیں۔

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ حیدرآبادی شائستگی اور تہذیب کا ایک بہت اچھا نمونہ تھے۔ ملنے میں اپنے سے چھوٹوں سے انکسار برتتے۔ اپنے سے بڑے اور برابر کے لوگوں سے وقار سے ملتے۔ ان میں قدیم امارت

کی بہت سی خوبیاں موجود تھیں۔ انھیں مطالعہ کا شوق تھا۔ اور ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اردو تو خیر ان کی مادری زبان ہی تھی انگریزی اور فارسی بہت عمدہ لب و لہجہ میں بولتے تھے۔ حیدرآباد کے قدیم روایات کے مطابق مذہب کے معاملے میں وہ بڑے بے تعصب تھے۔ ان کے دوستوں میں ہر مذہب اور ہر فرقے اور ہر عقیدے کے لوگ شامل تھے۔ یہی حال ان کے ملازموں کا تھا

نادر چیزیں جمع کرنے کا شوق

سیاسی زندگی میں ناکامی اور خانگی زندگی میں نامرادی کا منھ دیکھنے کے بعد نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم کی زندگی بڑی سونی اور اداس ہوگئی تھی۔ اس اداس اور سونی زندگی کو بہلانے کے لئے انھوں نے نادر اور خوبصورت چیزیں جمع کرنی شروع کیں۔ انہیں بچپن ہی سے نوادرات جمع کرنے کا شوق تھا۔ لڑکپن ہی سے وہ اپنے کھلونے اور دوسری خوبصورت چیزیں بڑی احتیاط سے محفوظ رکھتے آئے تھے۔ ان کے پاس ان کے آبا و اجداد کے جمع کئے ہوئے نوادرات کا اچھا خاصا ذخیرہ پہلے ہی سے موجود تھا۔ بے کاری میں یہ شوق اور ابھرا اور آگے چل کر وہ اس میں ایسے ڈوبے

کہ یہی ان کی زندگی کا تنہا مشغلہ بن کر رہ گیا۔ خدا نے انہیں نوادرات کے پرکھنے کی نظر بھی خوب دی تھی۔ موتی اور جواہرات کی پرکھ میں تو ان کی آنکھ کا جواب نہ تھا۔ خطاطی کے استادوں کا خط پہچاننے میں بھی انھیں کمال حاصل تھا۔ خطاطی کا کوئی نمونہ ہو، دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ فلاں استاد کا قلم ہے۔ میر علی ہروی اور عبدالرشید دیلمی کا خط انھیں بہت پسند تھا۔ اس سلسلہ میں کوئی کتاب فروش دھوکا دینا چاہتا تو بڑی آسانی سے اس کا جعل پکڑ لیتے تھے۔ مشہور خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کے وہ بڑے شیدائی تھے۔ اس کے لئے بڑے سے بڑا ہدیہ دینے سے دریغ نہ کرتے تھے قلمی تصویروں کے پرکھنے میں بھی انھیں حیرت انگیز مہارت حاصل تھی۔ پرانی قلمی تصویروں کی نقل چاہے کتنی ہی مکمل کیوں نہ ہو ان کی آنکھ اس کا نقلی ہونا پہچان لیتی تھی۔ قالین کے ٹانکے اور پھندنے دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ یہ کہاں کے بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہر طرح کے نوادر جمع کئے اور نوادرات کا کوئی شعبہ نامکمل نہیں چھوڑا۔ قلمی کتابیں خطاطی کے نمونے، مشرقی اور مغربی استادوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی تصویریں، خوبصورت برتن، ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھروں کی بنی ہوئی چیزیں، فرنیچر، مجسمے، تاریخی یادگاریں

ہتیار صنعت کے نادر نمونے حدیہ کہ کھلونے تک انھوں نے جمع کئے۔ انہوں نے نوادرات کا اتنا زبردست ذخیرہ جمع کر لیا تھا کہ دنیا میں اکیلے ایک شخص نے شاید ہی نوادرات کا اتنا بڑا ذخیرہ اکھٹا کیا ہو۔

میوزیم بنانے کا خیال

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم اپنے جمع کئے ہوئے نوادرات کو ایک الگ مستقل وسیع عمارت میں ترتیب سے سجانا چاہتے تھے کبھی انھیں خیال آتا کہ اس عمارت کی شکل ماسکو میں روسی زاروں کے محل کریملن جیسی ہو کبھی اس کے لئے کسی اور عظیم الشان عمارت کی نقل تجویز ہوتی اپنے مجوزہ عجائب گھر کی عمارت کے نقشے ہی بنوانے پر انھوں نے کم و بیش ایک لاکھ روپیے خرچ کئے تھے کبھی وہ یہ عجائب گھر پونے میں اور کبھی اوٹی میں کھولنا چاہتے اور کبھی حیدرآباد میں اڈکمیٹ یا سرونگر میں بنوانے کا خیال کرتے۔ لیکن اس طرح کی عمارت بنوانے کی پوری مقدرت رکھتے ہوئے بھی وہ ایسی عمارت بنوا سکے اور نہ اپنے نوادرات کو اس میں سجا سکے وہ خوب سے خوب ترکی تلاش ہی میں رہے۔ وہ اُن نقشوں میں سے کسی ایک کو پسند کر سکے اور نہ ہی جگہ کا انتخاب کر سکے ان کا خیال تھا کہ اس طرح کا عجائب گھر قائم کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ انھیں موزوں وقت کا انتظار ہی رہا۔

ایسا وقت ان کی زندگی میں کبھی نہ آسکا۔ اور وہ اپنے نوادرات کو اپنے مختلف محلوں کے کوٹھوں ہی میں بند چھوڑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ کوٹھے کھولے گئے اور عجائب گھر کے لئے چیزوں کو چھانٹا جانے لگا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ واٹر فیلڈ کے مشہور عالم کارخانے کے نفیس جھاڑ فانوس ادنیٰ قسم کے جھاڑ فانوس کے انبار میں رکھے ہوئے تھے منگ دور کے لاجواب چینی گلدان چینی کے معمولی ظروف کے پیچھے رکھے ملے۔ ان کا بہترین فرنیچر ان کے سرونگر کے محل کے ایک لمبے دالان میں جمع کر دیا گیا تھا۔ یہیں انھوں نے میسور کے بنے ہوئے ایک کم قیمت سٹ کے درمیان ڈرسلن کارخانے کا بنا ہوا ملکۂ فرانس میری انٹوونیٹ کا سنگھار میز رکھ چھوڑا تھا۔ کافور کی بو دینے والی بیش قیمت الماری ایک معمولی سی بڑی الماری کے پیچھے گرد سے اٹی ہوئی ملی۔ انہیں ہمیشہ اس بات کا اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں آرٹ کے یہ بیش قرار خزانے ان کے ہاتھ سے نکل نہ جائیں۔ اس لئے انھوں نے اپنے نوادرات کو نمایاں کئے بغیر کچھ عجیب ترتیب کے ساتھ رکھ چھوڑا تھا۔

میوزیم کی تشکیل

۱۹۴۹ء کے مارچ کی دوسری تاریخ کو نواب میر یوسف علی خان سالار جنگ سوم نے قلب کی حرکت بند ہو جانے سے اچانک انتقال کیا۔ عجیب اتفاق ہے اسی دن قدرت نے حیدرآباد کی ایک اور مایۂ ناز ہستی یعنی بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو کو بھی ہم سے چھین لیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر لگ بھگ ساٹھ برس کی تھی۔ ان کا کوئی قریبی وارث نہ تھا۔ اس لئے حکومت ہند نے ایک خصوصی آرڈی ننس کے ذریعہ ان کی پوری جائداد کو ایک وقف کمیٹی کے سپرد کر دیا، نواب صاحب مرحوم کے نوادرات کا انمول ذخیرہ بھی اس جائداد کے ایک حصہ کی حیثیت سے کمیٹی کے نگرانی میں آگیا۔ اس کمیٹی کی سفارش پر حکومت نے نواب سالار جنگ مرحوم کے جمع کئے ہوئے نوادرات کو ایک میوزیم کی شکل میں ترتیب دینے کی اسکیم کو منظور کر لیا۔ مسٹر ونکٹ چلم مسٹر وی دلیں کر اور مسٹر ارنالڈ بیارن جیسے ماہر اس کام پر لگائے گئے۔ دو سال کی لگاتار محنت کے بعد یہ عجائب گھر سج کر تیار ہو گیا۔ اس طرح نواب سالار جنگ مرحوم کا عمر بھر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آخر کار ۱۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو

وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کے مبارک ہاتھوں سالار جنگ میوزیم کا افتتاح ہو گیا۔

سالار جنگ میوزیم کا محل وقوع

سالار جنگ میوزیم نواب سالار جنگ مرحوم کے شہر کے اس محل میں قائم کیا گیا ہے جو "دیوان کی دیوڑھی" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی محل میں نواب سالار جنگ عمر بھر رہے اور یہی میں وہ اللہ کے پیارے ہوئے۔ پرانی وضع کا یہ دو سو برس کا پرانا محل مشرقی نوادرات کی نمائش کے لئے بہت ہی موزوں ثابت ہوا۔ محل کی عمارت میں تھوڑی بہت تعمیر و ترمیم کے بعد اس میں تمام مشرقی نوادرات کو بڑے سلیقے کے ساتھ سجا دیا گیا ہے۔ اسی محل کے بعد کے بنے ہوئے جدید طرز کے حصے میں مغربی نوادرات سجائے گئے ہیں۔ دونوں حصوں کو ملا کر تمام نوادرات اسی محل کے چھوٹے بڑے اٹھی کمروں اور برآمدوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ میوزیم کی سب سے قیمتی چیزیں جن میں جواہرات سے مرصع شاہان مغلیہ کے ہتیار، جہانگیر کا طلائی ساغر، سلطان التمش کی لیشعب کی رحل وغیرہ پرانے محل کی نچلی منزل کے ایک الگ کمرے میں رکھی ہیں جو "لیشعب کا کمرہ"

یا (Jade Room) کہلاتا ہے۔ اس کمرے کو خاص اہتمام سے ڈکیتی سے محفوظ بنایا گیا ہے۔ اور تمام بیش قیمت چیزوں کو دیوار کے اندر خاص طور پر تیار کی ہوئی الماریوں میں سلیقہ کے ساتھ چن دیا گیا ہے۔ یہ کمرہ میوزیم کا سب سے خوبصورت اور سب سے زیادہ سجا ہوا کمرہ ہے۔

نادر قلمی کتابیں

نواب سالار جنگ مرحوم کو آرائش و زیبائش کی چیزیں ہی جمع کرنے کا شوق نہیں تھا بلکہ علم و ادب سے بھی انہیں گہرا لگاؤ تھا۔ ان کا اپنا زبردست ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں اردو، فارسی، عربی، عبرانی، انگریزی، فرانسیسی، اطالوی جرمن اور دوسری زبانوں کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہزاروں کتابیں تھیں۔ ان میں اردو، فارسی اور عربی کی بعض قلمی کتابیں حد درجہ نایاب اور نادر روزگار سمجھی جاتی ہیں۔ سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق ان کے کتب خانے کی یورپی زبانوں کی کتابیں جامعہ عثمانیہ اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کو عارضی طور پر دیگئی ہیں۔ نایاب اور نادر قلمی کتابوں کو شوکیسوں میں سجا کر اب سالار جنگ میوزیم میں رکھا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو قرآن مجید کے متعدد نسخے ہیں جو اپنی خطاطی

طلاکاری اور نقش و نگار کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہیں۔ ایک قرآن دنیائے اسلام کے مشہور ترین خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہے۔ جلال الدین ابو الدر یاقوت المستعصمی بن عبداللہ رومی تیرھویں صدی کے آخری عباسی خلیفہ بغداد المستعصم باللہ کے دربار کا خطاط تھا۔ اگرچہ خط نسخ کی ایجاد ابن مقلہ کا کارنامہ ہے لیکن اس خط کو مکمل کرنے اور اس میں نازک نوک پلک بنا بنا کر اسے دوسرے تمام خطوط سے ممتاز بنانے کا سہرا یاقوت ہی کے سر ہے۔ یاقوت کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک نادر نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں اور ایک نسخہ کتب خانہ بخش نائکی پور پٹنہ میں بھی موجود ہے۔ اور یہ دونوں نسخے نہایت درجہ بیش قیمت سمجھے جاتے ہیں سالار جنگ میوزیم میں یاقوت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جو قرآن مجید موجود ہے وہ شاہان مغلیہ کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے صفحہ پر شہنشاہ جہانگیر اور شہنشاہ شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستخطی عبارتیں اس بات کی شہادت دے رہی ہیں ۱۹۵۸ء میں نوادرات کے ایک بہت بڑے امریکی ماہر سالار جنگ میوزیم دیکھنے آئے تھے وہ اس کلام مجید کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اور اس کو خریدنے کے لئے تیس ہزار ڈالر (تقریباً ایک لاکھ بیالیس ہزار پانچ سو روپے)
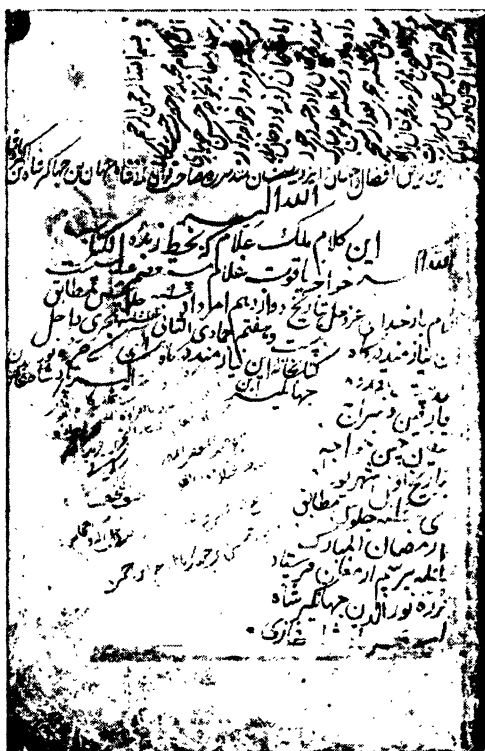
سالار جنگ میوزیم

یاقوت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید
کا پہلا صفحہ جس پر جہانگیر اور شاہ جہاں کی
دستخطی عبارت ہے

چین کی بنی ہوئی ہاتھی دانت کی پتلیاں

کا پیش کش بھی کیا تھا۔ قرآن مجید کے اس نسخے کی جلد بھی نہایت درجہ منقش ہے اور قدیم مشرقی جلد سازی کا ایک نادر نمونہ ہے۔

کتابوں میں ایک نادر کتاب جو فارسی زبان میں لکھی گئی ہے "روضتہ المجتبین" ہے۔ روضتہ المجتبین کا یہ نسخہ مشہور خطاط میر علی ہروی کا لکھا ہوا ہے۔ میر علی الکاتب ہرات کا رہنے والا اور ایران کے آخری تیموری بادشاہ سلطان حسین بایقرا کے دربار کا شاہی خطاط تھا۔ خطاطوں میں اس کا درجہ بہت اونچا مانا جاتا ہے۔ اس خطاط کے ہاتھ کا لکھا ہوا مثنوی یوسف زلیخا کا ایک نسخہ کتب خانہ خدابخش بانکی پور پٹنہ میں بھی موجود ہے میر علی ہروی کے کمال اور اس کی قدرو منزلت کا تھوڑا بہت اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ بانکی پور والے نسخہ کو عبدالرحیم خانخاناں نے شہنشاہ جہانگیر کے حضور میں بطور نذر پیش کیا تھا۔ اور اس وقت اس کی قیمت ایک ہزار اشرفی قرار پائی تھی۔ میر علی ہروی کی دیدہ زیب خطاطی کے سوا اس نسخے کی ایک اور خصوصیت اس کے اندر کی تصویروں میں جنہوں نے اسے آرٹ کا ایک بے بہا خزانہ بنا دیا ہے۔ یہ تصویریں ایران کے سب سے بڑے مصور بہزاد کے قلم کا اعجاز ہیں۔ بہزاد بخارا کے سلطان

عبدالعزیز خاں کے دربار کا شاہی مصور اور شہنشاہ بابر کا ہم عصر تھا بابر اپنی تزک میں اس کی مصوری کے بارے میں تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے ۔ روضتہ المحبین کی بعض تصویروں میں بہزاد نے سنہرے پس منظر میں ہرے بھرے درختوں کے جھنڈ دکھا کر گہرائی کے تصور کو اس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بے اختیار منھ سے واہ نکل جاتی ہے ۔ اس پس منظر کی وجہ سے انسانی شکلیں ابھر کر پیش منظر میں آگئی ہیں حالانکہ ایرانی مصوری کے بارے میں عام طور پر یہی خیال ہے کہ اس میں گہرائی کا اظہار نہیں ہوتا ۔ یہ کتاب سلطان عبدالعزیز والی بخارا کے شاہی کتبخانے کیلئے تیار کی گئی تھی ۔

نادر کتابوں میں ایک اور نادر قلمی کتاب ایران کے مشہور صوفی شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب " لوائح جامی " کا ایک قلمی نسخہ ہے ۔ یہ نسخہ شاہ خطاطان میر عماد حسینی قزوینی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ عماد نہایت درجہ نفیس اور حد درجہ دیدہ زیب خطِ نستعلیق کا ماہر تھا ۔ کہتے ہیں ایران کے زبردست صفوی بادشاہ شاہ عباس اعظم کو جو عماد کا ہم عصر تھا ، میر عماد کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شاہنامے کے نسخے کی بڑی خواہش تھی ۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس نے عماد کے پاس ستر تومان دسونے کا سکّہ ، بھیجے ۔ ایک سال گزر جانے کے بعد شاہی

قاصد اس کے پاس پہنچا تو عماد نے شاہنامہ کے ابتدائی ستر شعر لکھ کر اس کے حوالے کئے اور کہلا یا کہ جو معاوضہ مجھے ملا تھا اس میں بس اتنے ہی شعر لکھے جا سکتے تھے۔ یہ سن کر شاہ عباس نے برہمی کے ساتھ عماد کے لکھے ہوئے ورق اسے لوٹا کر ستر تومانوں کا مطالبہ کیا۔ میر عماد نے ستر شعروں کے ستر ٹکڑے کئے اور انھیں اپنے ستر شاگردوں میں بانٹ دیا۔ ہر شاگرد نے ایک ایک تومان استاد کے نذر کیا اور بادشاہ کی بھیجی ہوئی رقم لوٹا دی گئی۔ کہتے ہیں شہنشاہ شاہجہاں میر عماد کے خط کا بڑا شیدائی تھا اور ہر اس شخص کو جو میر عماد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چیز پیش کرتا "یک ہزاری" کا منصب عطا کرتا تھا۔

ان کتابوں کے سوا یہاں قطب شاہی بادشاہوں کے دکھنی کلام کے نادر و نایاب دیوان بھی ہیں۔ بیجاپور کے بادشاہ سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی لکھی ہوئی کتاب "نورس نامہ" کا ایک بیش بہا نسخہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔ اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کتاب کا متن فارسی رسم خط کے سوا دیوناگری خط میں بھی لکھا ہے۔ ان کے سوا دوسرے دکھنی شاعروں کی نادر و نادرِ کم یاب کتابیں بھی یہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مشرقی اور مغربی مصوری کے نایاب نمونے

سالار جنگ میوزیم میں مشرقی اور مغربی مصوری کے زبردست شاہکار بھی دیکھے جا سکتے ہیں اس ذخیرے میں مشہور زمانہ ایرانی مصور بہزاد کی دو تصویریں بھی ہیں جو چینی روشنائی سے بنائی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک تصویر میں ایک آدمی شیر ببر کو گرفتار کرتے دکھایا گیا ہے ایرانی قلم میں کسی نامعلوم مصور کا بنایا ہوا عمر خیام کی رباعیات کا مرقع بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ہندوستانی مصوری کے جتنے بھی مکتب ہیں ان سب کے شاہکار یہاں دیکھے جا سکتے ہیں مغل مصوری کی نادر تصویروں میں دو تصویریں شہنشاہ شاہجہاں کے البم کی ہیں ایک اور مغل تصویر "آتش بازی" پر شہنشاہ جہانگیر کے دستخط ثبت ہیں۔ ہاتھی دانت پر بنی ہوئی شہنشاہ اورنگ زیب کی ایک تصویر بھی اپنی صناعی کے لحاظ سے لاجواب چیز ہے۔ ان تصویروں کے سوا سترہویں صدی کی بہت سی تصویریں بھی ہیں جن میں بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک مغل بادشاہوں شہزادوں، اور شہزادیوں کو دکھایا گیا ہے۔ دہلی اسکول کی تصویروں کا ایک زبردست ذخیرہ بھی یہاں موجود ہے۔ اصل میں یہ قدیم مغل اسکول کے

شاہکاروں کی نقلیں ہیں۔ نواب سالار جنگ کے پاس "راگ راگنی" کے چھ
مکمل مرقع تھے۔ ان میں سے دو مرقعوں کو میوزم میں رکھا گیا ہے۔ ایک مرقع
بعد کی مغل طرز میں ہے اور ایک دکھنی قلم کا ہے۔ کانگڑا قلم اور دوسرے
راجپوت قلم کی تصویریں بھی یہاں بہت ہیں۔ دکھنی قلم کی تصویروں کا ایک
الگ ہی کمرہ ہے۔ اس کمرے میں دکھنی قلم کی چھوٹی بڑی بہت سی تصویریں
اکٹھی کردی گئی ہیں۔ ان میں نواب نظام علی آصف جاہ ثانی کے شکار کے جلوس
کی دو بڑی تصویریں جو ان کے درباری مصور ونکٹ چلم نے بنائی ہیں دیکھنے
قابل ہیں۔

دور حاضر کے ہندستانی مصوروں میں عبدالرحمن چغتائی کی بنائی ہوئی
(۱۵) اصلی تصویریں بھی یہاں موجود ہیں۔ ان کے سوا ڈی پی رائے چودھری
کی دو تصویریں مشہور عالم ٹیگور بھائیوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ایک ایک
تصویر ماشی ڈے کی دو بڑی تصویریں اور ریشمی کپڑے پر بنائی ہوئی سارد
اکیل کی بنائی ہوئی تصویریں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سوکمار دی بیر کے
گولکنڈے کے قطب شاہی اور بیجاپور کے عادل شاہی بادشاہوں کی
جو بڑی بڑی رنگین تصویریں بنائی تھیں وہ بھی یہیں رکھی ہیں۔ مختلف

مصوروں کی بنائی ہوئی شاہان آصفیہ اور سالار جنگ کے خاندان کے مختلف
افراد کی بڑی بڑی تصویریں ان کے سوا ہیں۔
مغربی مصوری کی دلفریب نمونوں کی بھی اس میوزیم میں کمی نہیں
ان میں بیشتر یورپ کے مشہور مصوروں کے شاہکاروں کی نقلیں ہیں جن میں
روبنس، رافیل، بوٹی چیلی، ویلاس کیوز اور ٹیٹیاں کے شاہکاروں کی نقلیں
خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ نایاب ذخیرہ مغربی آرٹ کے شیدائیوں
کے لئے ایک نعمت اور آرٹ کے طالب علموں کے لئے ایک جنت ہے۔
کن کن تصویروں کی خوبیوں کو گنایا جائے شکست خوردہ دارا کی ماں اور
فاتح سکندر کی کہانی والی تصویر ہی کو لیجئے۔ اس میں مصوری کے جس بے نظیر
اعجاز اور جس مہارت کا مظاہرہ ہو رہا ہے وہ بس دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے
مغرب کے مشاہیر مصوروں کی اصلی تصویریں بھی یہاں کافی گنتی میں
موجود ہیں سچ پوچھئے تو یہی تصویریں اس حصہ کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔
اصلی تصویروں میں جو تصویریں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان میں لینڈسر کی
بنائی ہوئی تصویر "ہوشیار چوکیدار" واٹس کی بنائی ہوئی قد آدم تصویر آرنی
لیبھٹن کی بنائی ہوئی تصویر "تھے سولیس" کوپر کی بنائی ہوئی تصویر "آرام

کرتے مویشی" کنا لیٹو کی تصویر" پی زاساں مارکو" لاجواب تصویریں ہیں۔ کانسٹیبل کی بنائی ہوئی قدرتی مناظر کی دو تصویریں بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ ان مشہور مصوروں کے سوا اور بھی بہت سے مشہور و لندیزی برطانوی اطالوی اور امریکی مصوروں کی تصویریں بھی یہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مُجَسّمے

سالار جنگ میوزیم میں کانسے پیتل، لکڑی، پلاستر اور اطالوی سنگ مرمر اور دوسرے پتھروں میں بنے ہوئے بے شمار مجسّمے موجود ہیں جو اپنی صناعی اور کاری گری کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہیں۔ ان میں دو مجسّمے ایسے بھی ہیں جو اپنی ندرت اور اپنے حسن کے لئے سارے عالم میں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک مجسمہ جو" نقاب پوش راشیل" کہلاتا ہے مشہور اطالوی مجسمہ ساز بنزونی کا بنایا ہوا ہے۔ بنزونی نے روما میں اس مجسمہ کو ۱۸۷۶ء کے لگ بھگ مکمل کیا تھا۔ بنزونی نے ایسے دو مجسّمے بنائے تھے۔ ان میں ایک مجسمہ روس کے کسی میوزیم میں رکھا ہے۔ دوسرا مجسمہ نواب سالار جنگ اول نے اپنے سفر یورپ میں خریدا تھا۔ یہ مجسمہ فن مجسمہ سازی کا ایک نادر شاہکار اور

لافانی اعجاز ہے۔ مجسمہ ساز نے ایک جوان اور بھرے بھرے جسم کے حسن
و شباب کو پتھر میں اس طرح مجسم کر دیا ہے کہ اس کی اعلیٰ درجے کی مہارت
کے لئے بے اختیار داد نکل جاتی ہے۔ مجسمہ میں راشیل کا جسم ایک دبیز کپڑے
کے کرتے سے ڈھکا ہوا ہے اور اس کا چہرہ اور گردن بھی نقاب میں چھپی
ہوئی ہے۔ اس پر بھی مجسمہ کو اس انداز سے تراشا گیا ہے کہ جوان اور
گداز جسم کا ابھار اور اعضاء کا تناسب اپنی دلفریبی اور رعنائی کے ساتھ
نمایاں ہو گیا ہے۔ پانو کی انگلیاں اور لباس کی بنت کو جس طرح اس مجسمہ
میں دکھایا گیا ہے وہ مجسمہ ساز کی فنی مہارت اور اس کے پاکیزہ ذوق کا ایک
اعجاز ہے۔ اگرچہ یہ مجسمہ انیسویں صدی کا بنا ہوا ہے پھر بھی اس میں انسانی جسم
کی قدرتی ساخت کے علم کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے اور بھرپور زندگی کی جو عکا
ملتی ہے وہ یونانی اور رومی دور کے کلاسکی مجسموں سے کسی طرح کم نہیں۔

دوسرا مجسمہ لکڑی میں بنایا گیا ہے۔ یہ دوہرا مجسمہ ہے۔ ایک طرف سے دیکھئے تو یہ ایک مرد کا
مجسمہ ہے دوسری طرف سے دیکھئے تو آپ کو ایک نوجوان عورت دکھائی دیتی ہے مجسمہ ڈاکٹر فاوسٹ کا
کہانی جرمنی کی ایک مشہور کہانی ہے اس کہانی پر یورپ کے بہت سے مصنفوں نے قلم اٹھایا ہے ا
بعض نے اسکو ڈرامے کی شکل میں ڈھالا ہے۔ انہیں جرمنی کے زبردست شاعر گوئٹے کے فاوسٹ کو نہ

سالار ج

نقاب پوش راشیل کا مرمریں مجسمہ

سالار جنگ میوزیم

مفسٹوفلس اور مارگریٹا

کے ادب میں بہت ہی اونچا مقام حاصل ہے۔ اس کہانی کے دو کردار میفسٹو (شیطان) اور اس کی ہیروین مارگریٹیا (فرشتہ) اس مجسمے میں پیش کئے گئے ہیں یہ کسی نامعلوم اطالوی فن کار کا شاہکار ہے۔ پورا مجسمہ لکڑی کے ایک ہی ٹکڑے میں بنایا گیا ہے۔ اور دونوں رخوں میں کہیں بھی کوئی جوڑ نہیں دیا گیا ہے۔ ایک ہی مجسمہ میں خباثت اور معصومیت کا تصور انسانی فطرت کی طرف بڑا عجیب و لطیف اشارہ ہے۔

ہتھیار

ہتھیاروں کے زبردست ذخیرے میں تیر و کمان، بھالوں، برچھوں سے لے کر گرز، تبر، خنجر، کٹار، بیش قبض اور ہر قسم کی تلواریں موجود ہیں۔ بعض تلواروں اور خنجروں پر بیش قیمت ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں بعض ہتھیاروں کے ساتھ تاریخی روایات وابستہ ہیں ایک چھوٹا سا خوبصورت خنجر ملکہ نور جہاں کا ہے جس کے لیشعیب کے دستے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے ہیں۔ ایک خنجر شہنشاہ جہانگیر کا ہے جو بیش قیمت ہیرے جواہرات سے مرصع ہے۔ شہنشاہ شاہجہان کی ایک کٹار بھی رکھی ہے

جس پر لاجواب مینا کاری کا کام کیا گیا ہے۔ یشعب کے دستے والا اورنگ زیب کا خنجر بھی یہیں رکھا ہوا ہے جو قلعہ گولکنڈہ کی فتح کے وقت اس کی کمر میں لگا ہوا تھا۔ گولکنڈہ کے آخری قطب شاہی بادشاہ سلطان ابوالحسن تاناشاہ کی تلوار جو بیش بہا جواہرات سے مزین ہے دیکھنے کی چیز ہے شہنشاہ اورنگ زیب کی سیدھی سادھی تلوار ایک اور تاریخی یادگار ہے۔ سلطان شہید ٹیپو کی زبردست تلواریں ایسی آرے جیسے دندانے بنے ہوئے ہیں جو انگریزوں سے آخری لڑائی میں اس مرد مجاہد کے ہاتھ میں تھی یہیں رکھی ہے۔

فرنیچر

نواب سالار جنگ مرحوم کا انتخاب فرنیچر بے شبہ کیا عمدگی کے لحاظ سے اور کیا تعداد کے لحاظ سے دنیا میں سب سے بہتر ہے۔ دنیا کے ہر ملک کا فرنیچر یہاں موجود ہے ان میں سترہویں اور اٹھارویں صدی کے یورپین فرنیچر سے لے کر چین، جاپان، برما، ملابار، کشمیر، غرض تمام ملکوں کے ایک سے بڑھیا ایک صوفے، میز کرسیاں، الماریاں، ڈریسنگ ٹیبل وغیرہ شامل ہیں کہیں جاپان کی بنی ہوئی کافور کی بو دینے والی الماریاں رکھی ہیں کہیں چین کی کندہ کاری کے ششدرے رکھے ہیں اور کہیں جاپان کا نظر فریب "بونکو" فرنیچر دکھائی دیتا ہے کہیں روغنی کیبنٹ ہیں اور کہیں قدیم چین و جاپان

کی صنعت کی دلفریب کشتیاں اور پرانا فرنیچر رکھا ہے۔ برما کا لکڑی کا کام ترکی، مصر اور ہندستان کا فرنیچر دمشق کا بنا ہوا سیپ کا فرنیچر دیکھنے کی چیز ہے۔ نرل اور ہیگن پلی کا بنا ہوا فرنیچر لکڑی پر باریک کام کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ لکڑی کے کام کا ایک نادر نمونہ لکڑی میں بنی ہوئی مدورا کے ایک مندر کی نقل ہے۔ مدوراہی کا بنا ہوا لکڑی کا ایک پنکھا بھی دیکھنے کے لایق ہے جس پر ہندو دیوی دیوتاؤں کے نقش بڑی خوبصورتی کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔ ولندیزی عہد کی کوچین کی بنی ہوئی کرسیوں پر ابھردان کام بھی اپنی جگہ خوب ہے۔ اخروٹ کی بنی ہوئی کشمیری نفیس تپائیوں اور چھوٹی چھوٹی الماریوں پر نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ جو نازک نقاشی کی گئی ہے اس کے بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔

یورپ کے فرنیچر میں ملکۂ این اور ملکہ وکٹوریہ کے ابتدائی عہد کا بنا ہوا فرنیچر دیکھنے کے لائق ہے۔ فرانس کے بادشاہ چودھویں اور پندرھویں لوئی کا فرنیچر بھی بہت خوب ہے۔ سولھویں لوئی کی بیوی ملکۂ انٹوئنیٹ کا ڈرسنگ ٹیبل جو یورپ کے مشہور کارخانے ڈرسڈن کا بنا ہوا ہے، بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یاد رہے انقلاب فرانس میں اسی بدنصیب

لوئی اور اس کی ملکہ کو دار کے تختے پر اپنی جان دینی پڑی تھی۔

فرنیچر میں ایک اور نادر روزگار چیز ٹیپو سلطان شہید کی ہاتھی دانت کی چار کرسیاں ہیں نوادرات کے سلسلہ میں نواب سالار جنگ مرحوم کی یہ آخری خرید تھی۔ بدنصیبی سے ان نادر روزگار کرسیوں کی زیارت سے وہ وہ محروم ہی رہے۔ یہ کرسیاں یورپ سے اس وقت بمبئی پہنچیں جب کہ حیدر آباد میں رضا کار تحریک اپنے پورے عروج پر تھی اور حکومت ہند نے حیدر آباد کی معاشی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ بمبئی پہنچنے کے بعد یہ کرسیاں امپیریل بنک آف انڈیا کی بمبئی کی شاخ میں امانتاً رکھی رہیں۔ حیدر آباد پر پولیس ایکشن کے بعد حکومت ہند سے حیدر آباد کے تعلقات بحال ہوئے تک نواب سالار جنگ کا اچانک انتقال ہو گیا۔ یہ کرسیاں میسور کی ہاتھی دانت کی صنعت کا ایک نادر شاہکار ہیں ان کا جالی کا کام اور ان پر بنے ہوئے نقش و نگار دیکھنے والے کو انگشت بدنداں کر دیتے ہیں اصل میں اس وقت کی حکومت فرانس نے میسور ہی میں ایسی آٹھ کرسیاں بنوا کر سلطان شہید کی خدمت میں تحفۃً پیش کی تھیں۔ سلطان شہید کی شہادت کے بعد یہ کرسیاں کسی نہ کسی طرح یورپ پہنچ گئیں۔ ان آٹھ کرسیوں میں سے چار کرسیاں نواب

سالار جنگ مرحوم نے خریدی تھیں۔

ظروف

ظروف میں دیکھنے کے قابل چینی کے طرح طرح کے برتن ہیں نقش ونگار والے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے گل دان، بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی خوبصورت رکابیاں اور قاب۔ ایسی رکابیاں اور قاب جن میں کوئی زہریلی چیز رکھ دی جائے تو فوراً ان کا رنگ بدل جائے۔ چینی اور کانچ کے برتنوں کا اتنا بڑا ذخیرہ ہندستان تو ایک طرف غالباً پورے ایشیا میں کہیں اور موجود نہیں۔ ان نوادر میں بیشتر چین کے مِنگ اور چنگ بادشاہوں کے عہد (چودہویں صدی کے نصف آخر سے لے کر اٹھارویں صدی کے نصف اول تک) سے تعلق رکھتے ہیں یورپ کے بنے ہوئے چینی کے ظروف میں "سیور" کے بنے ہوئے بڑے گلدان ہیں۔ ان گل دانوں میں کہیں شکار کی تصویریں بنی ہیں اور کہیں لوگ آپس میں باتیں کرتے دکھائے گئے ہیں۔ اور ان سب پر ان تصویروں کے بنانے والوں کے دستخط موجود ہیں۔ اس کارخانے کے فروخت کئے

رجسٹر کے اندراجات کے مطابق ان میں کے بعض برتن وہ ہیں جو فرانس
کے بادشاہ لوئی نے ۱۷۸۸ء میں سلطان شہید کی خدمت میں تحفۃً پیش کئے تھے
عجائبات کے اس ذخیرے میں فرانس کے مشہور کارخانے ڈرسڈن
کے چینی کے برتن موجود ہیں۔ ان میں سے بعض کارخانے کے ابتدائی دنوں
یعنی ۱۷۵۰ء کے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں چینی کے وہ آرائشی کھلونے بھی ہیں
جن میں سے ایک میں کاؤنٹ بروہل کے درزی کو ایک بکرے پر سوار دکھایا
گیا ہے۔ بکرے کے ایک سینگ میں استری اور دوسرے سینگ میں ایک بڑی
سی قینچی لٹک رہی ہے۔ کاونٹ بروہل کسی زمانے میں خود اس زیر بحث کارخانے
کا مالک تھا۔ اسی ذخیرے میں یورپ کے ایک اور مشہور عالم کارخانہ
ظروف سازی وج وڈ کے ظروف بھی ہیں۔ ان میں پورٹ لینڈ گلدان
کی ایک نقل بھی یہاں موجود ہے۔ پورٹ لینڈ گلدان جو قدیم آرٹ کا ایک
بیش بہا نمونہ ہے برٹش میوزیم میں رکھا ہے۔ یہ ایک مورتیوں والا برتن
ہے جس میں رومی شہنشاہ اسکندر سیویرس اور اس کی ماں کی راکھ رکھ کر ۲۳۵ء
میں دفن کر دی گئی تھی ۱۶۴۲ء میں یہ برتن پوپ پاربینی کے حکم سے کھود کر
زمین سے نکال لیا گیا۔ وج وڈ کے کارخانے نے اس برتن کی کوئی (۲۵)

نقلیں تیار کی تھیں ان میں سے ایک نقل یہاں رکھی ہے ۔ اس کارخانے کے بنے ہوئے دو حقے بھی یہاں رکھے ہیں جو سر سالار جنگ اول کے لئے اس کارخانے نے خاص طور پر تیار کرکے ان کے قیام انگلستان کے زمانے میں انہیں پیش کئے تھے ۔

انگلستان کے بنے ہوئے چینی کے برتنوں میں پلے متھ، برسٹل، چیل سی، اوسٹر، کراون ڈربی اور کول پورٹ وغیرہ کے مشہور کارخانوں کے بنے ہوئے نایاب برتن الماریوں میں سجے رکھے ہیں۔ بائرسی کارخانے کے بنے ہوئے بلوریں ساغر و مینا خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہیں کہیں انگلستان کے بنے ہوئے بلور کے برتنوں کی بہار دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان میں واٹر فیلڈ کے بعض برتن اور بیل پالی کارخانے کے ساغر و مینا نہایت درجہ خوبصورت ہیں۔ بلور کے جھاڑ فانوس میں واٹر فیلڈ کارخانے کے بنے ہوئے نازک اور خوبصورت جھاڑ فانوس دیکھنے کے لائق ہیں۔

چینی، کانچ اور بلور کے ظروف کے سوا مختلف ملکوں کے بنے ہوئے دھاتی برتن بھی یہاں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں قابل ذکر سونے چاندی کے گل کار خوبصورت برتن اور جنوبی ہند اور تبت کے دھاتی ظروف ہیں۔

چین اور جاپان کے تمام چینی کے برتنوں کا مجموعہ بھی اس مجموعہ کی ایک خاص چیز ہے۔ ان برتنوں میں کہیں نازک گردن والی صراحیاں ہیں کہیں آفتابے ہیں، کہیں خوبصورت پیالیاں ہیں۔ ان کے گل بوٹوں کی رنگت اتنی جاندار اور اتنی پُر بہار اور اتنی تازہ ہے کہ یہ گل بوٹے آنکھوں میں بس کھب کر رہ جاتے ہیں۔

ظروف ہی کے ذیل ہی میں نواب سالار جنگ مرحوم کا جمع کیا ہوا حقوں کا مجموعہ بھی آ جاتا ہے۔ ترکی، عراق، حجاز، ایران، فلسطین مصر و شام اور ہندستان کے مختلف زمانوں، مختلف دھاتوں اور مختلف وضع قطع کے اتنے حقے یہاں جمع ہیں کہ ان کو دیکھ کر مشرق میں حقہ نوشی کی پوری تاریخ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔

ظروف کے اس ذخیرے میں ایک نادر روزگار طلائی پیالہ جو نوادرات کی صف میں بہت اونچی جگہ پانے کا مستحق ہے شہنشاہ جہانگیر کا ساغر ہے۔ سونے کے اس منقش پیالے پر قیمتی ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اس پیالہ کا شمار اس عجائب گھر کی سب سے قیمتی چیزوں میں ہوتا ہے۔

قالین اور قیمتی کپڑے

آرائش و زیبائش کی چیزوں میں قالین کو ہمیشہ ایک ممتاز مقام حاصل رہا ہے۔ نواب سالار جنگ کے اس عجائب گھر میں بھی قسم قسم کے قیمتی سے قیمتی قالین موجود ہیں ان میں کاشان کے مخملی قالین۔ کرمان کے "شجر بہشت" کی قسم کے قالین، تبریز، شیراز، بخارا، اصفہان اور ہرات کے اعلیٰ درجے کے قالینوں کی یہاں کمی نہیں۔ ایران کے یہ قالین حد درجہ قیمتی اور نایاب ہیں۔ ان نایاب قالینوں میں ایک درجن قالین ریشم کے ہیں۔ ان قالینوں کو ایک الگ کمرے میں سجایا گیا ہے۔ اور ہر قالین کے گرد ایک سنہرا چوکھٹا لگا دیا گیا ہے۔ ایک قالین ہاتھی دانت کا ہے جس کی کاری گری اور نفاست دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کے سوا ایک صدی پرانی زرّین مسند کی ایک جوڑی بھی یہاں رکھی ہے۔ اس پر زر کا ابھرا ہوا جو کام کیا گیا ہے صرف اسی کے لئے ہزاروں روپیوں کا سونا درکار ہوا ہوگا۔

سالار جنگ میوزیم میں ہندستان کے زرکار اور قیمتی کپڑوں کے نمونے

کی بھی کمی نہیں ان کپڑوں میں جو بیس گز کا ایک نایاب زربفت کا ٹکڑا ہے نہایت خوبصورت اور حد درجہ قیمتی کشمیری شالوں کے متعدد نمونے بھی یہاں جمع ہیں۔

ڈھاکے کے نفیس اور مہین ململ کے آپ نے افسانے ہی افسانے سنے ہوں گے یہاں اس مشہور افسانوی ململ کے بنے ہوئے انگرکھوں کو بھی دیکھ لیجئے یہ کپڑا سچ مچ اتنا مہین اور اتنا ملائم ہے کہ ایک قد آور آدمی کے لئے بنا ہوا بڑا سا قدیم وضع کا انگرکھا آپ کی ایک مٹھی کے اندر آجاسکتا ہے کپڑوں میں سلطان شہید ٹیپو کی پگڑی بھی اس میوزیم کی ایک خاص چیز ہے۔ کہتے ہیں انگریزوں سے لڑتے ہوئے جان دیتے وقت یہی پگڑی اس مرد مجاہد کے سر پر تھی۔

کچھ اور نوادر

نوادرات میں سونے چاندی کے بہت سے مغل کھلونے بھی ہیں۔ کہیں سونے کا خوبصورت توتا ہے جس کی آنکھوں کی جگہ لعل جڑے ہوئے ہیں کہیں سونے کا ہاتھی ہے جس پر مگاری بنی ہوئی ہے۔ کہیں نہایت

خوبصورت شتر سوار ہے۔ یہ سب کھلونے سونے کے ہیں اور ان میں بیش قیمت ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ ان قیمتی اشیا کے سوا یشعب اور دوسرے قیمتی پتھروں کی بنی ہوئی بہت سی خوش نما چیزیں بھی یہاں رکھی ہیں۔ یشعب ایک نہایت قیمتی اور سخت پتھر ہے اور اس کو کاٹ کر اس کی مختلف چیزیں بنانا اور اس میں منبت کاری ایک نازک اور نادر صنعت ہے۔ قرون وسطیٰ کے ہندستانی بادشاہوں نے اس صنعت کی کافی سرپرستی کی تھی۔ یشعب کی منبت کار خوبصورت چیزوں میں ایک ہی پتھر میں تراشا ہوا ایک قہوہ دان اپنی نازک کاری گری کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے۔ سلطان التمش کا نام کندہ یشعب کا بنا ہوا رحل بھی دیکھنے کے قابل چیز ہے۔

اس عجائب گھر میں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی مورتیوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ ان میں چین اور جاپان کی بنی ہوئی مورتیاں اپنے حسن اور اپنی کاری گری کے لحاظ سے خاص طور پر جاذب توجہ ہیں۔ ہاتھی دانت کے بنے ہوئے یکہ گھوڑے، ہاتھی، رتھ، گلدان، خاص دان اور بہت سے کھلونے اس عجائب گھر کی زینت بڑھا رہے ہیں۔ اسی

طرح تسبیحوں کا مجموعہ تسبیح خوانی کے ذوق کی ایک مکمل تاریخ ہے۔

۱۸۷۶ء میں جب نواب سالار جنگ اول انگلستان پہنچے تو شہر لندن کی کارپوریشن نے فری ڈم آف دی سٹی آف لندن کا اعجاز بخشا اور ان کی خدمت میں سونے کا ایک کیاسکٹ بھی پیش کیا۔ یہ کیاسکٹ بھی اس عجائب گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یورپ کے سفر میں نواب سر سالار جنگ اول کو جو تحفے تحائف یورپ کے بادشاہوں اور رئیسوں کی طرف سے ملے تھے وہ بھی "چاندی کے کمرے" (Silver Room) میں رکھے ہیں۔

سالار جنگ میوزیم میں طرح طرح کی گھڑیوں کی بھی کمی نہیں۔ بعض گھڑیاں اپنی ساخت گھنٹے بجانے کے انوکھے ڈھنگ اور وقت و ماہ وسال دکھانے کے نرالے انداز کے لحاظ سے بڑی جاذب توجہ ہیں۔

صنعتی اشیاء

نواب سالار جنگ مرحوم کو ہر قسم کے نوادر اور آرٹ کے نمونے جمع کرنے کا ایسا شوق تھا کہ انھوں نے نوادرات کے کسی شعبے کو تشنہ نہ چھوڑا

انھوں نے صرف فنون لطیفہ کے نمونے ہی جمع نہیں کئے بلکہ اپنے مجموعے میں صنعتی آرٹ کے بہترین نمونوں کو بھی شامل کر لیا۔ چین و جاپان کی ریشمی کشیدہ کاری کا کام بڑا ہی دلفریب ہے۔ اسی طرح کشمیر اور چین و جاپان کے منقش پردے اپنے نقش و نگار کے لحاظ سے بڑے پر بہار ہیں۔ سوزن کاری میں بنی ہوئی تصویریں اتنی لاجواب ہیں کہ ان پر رنگ و روغن کی بنی ہوئی تصویروں کا دھوکا ہوتا ہے۔ ان کے سوا مختلف ملکوں کے قدیم گل کار ریشمی کپڑوں کے نمونے بھی بڑے دلکش ہیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے رنگین پتھروں کو جما کر تصویر بنانے کی اطالوی صنعت کے بہت سے نادر نمونے بھی یہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ پچی کاری میں بنی ہوئی ان تصویروں کو دور سے دیکھ کر کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ تصویریں چھوٹے چھوٹے رنگین پتھروں کو جما کر بنائی گئی ہیں۔

بچّوں کے کھلونے

سالار جنگ میوزیم میں بچوں کی دلچسپی کا بھی کافی سامان موجود ہے کئی کمرے ایسے کھلونوں سے بھرے پڑے ہیں جو تاریخی اہمیت رکھنے کے ساتھ ساتھ

صنعت اور کاریگری کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ کہیں سپاہیوں کی ایک پوری پلٹن کھڑی ہوئی ہے۔ کہیں چھوٹے چھوٹے پتلوں کے ذریعہ پوری فوج کو میدان جنگ میں صف آرا دکھایا گیا ہے کہیں چھوٹی ریلیں اور ان کے اسٹیشن ہیں۔ کہیں پورا گانو اپنی بھرپور زندگی کے ساتھ سامنے آتا ہے کہیں ہندوستان کے مختلف حصوں کے مختلف پیشہ وروں کو اپنے کام میں مشغول دکھایا گیا ہے۔ کہیں دہلی، لکھنو، نرمل اور دوسرے مقاموں کے دلچسپ کھلونے اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔

سالارجنگ میوزیم کے بارے میں مشاہیر کی رائیں

جب سے سالارجنگ میوزیم قایم ہوا ہے ان گنت لوگوں نے اس کی سیر کی ہے اور اس کے نوادرات اور عجائب پر عش عش کرتے گئے ہیں اب یہ تقریبًا ناممکن سی بات ہو گئی ہے کہ مشاہیر میں سے کوئی حیدرآباد آئے اور اپنے مصروف ترین پروگرام میں بھی تھوڑا سا وقت اس عجائب گھر کے لئے نہ نکال سکے۔ کتنے ہی مشاہیر نے اس عجائب گھر کی سیر کی ہے اور یہاں رکھی ہوئی کتاب الرائے میں اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں۔ ان میں

سے بعض مشاہیر کی رائیں یہاں نقل کی جاتی ہیں جن سے سالار جنگ
میوزیم کی عظمت اور اُس کی قدر وقیمت کا تھوڑا بہت اندازہ لگایا جا سکتا ہے
۲۵ر جون ۱۹۵۵ء کو اولین صدر جمہوریۂ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد
نے سالار جنگ میوزیم کا معاینہ فرمایا۔ ۳ر جولائی ۱۹۵۵ء کو انھوں نے
کتاب الرائے میں اپنے تاثرات انگریزی میں اس طرح درج فرمائے ہیں۔

"آرٹ کے نفیس ترین شاہکاروں اور تاریخی اہمیت کے حامل اشیاء
کے اس مجموعہ کا معائنہ جو مجموعہ سالار جنگ کے نام سے مشہور ہے میرے لئے
باعثِ مسرت رہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آرٹ سے ایک شخص کی دلچسپی اور لگاؤ
آنکھوں کے لئے کیسی جنت نگاہ تیار کر سکتی ہے۔ دیکھنے والے کی حیرت
اور تحسین میں یہ جان کر اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے کہ یہ اکیلے ایک آدمی
کا جمع کیا ہوا مجموعہ ہے۔ دنیا میں ایسے کتنے آدمی مل سکیں گے جنھیں اس
طرح کا افتخار حاصل ہو سکا ہے۔"

اعلیٰ حضرت حضور نظام راج پرمکھ حیدرآباد نے ۴ر ستمبر ۱۹۵۵ء کو
اس عجائب گھر کو ملاحظہ فرمایا۔ کتاب الرائے میں حضور انگریزی میں تحریر فرمایا
میں نے ۴ر ستمبر ۵۵ء کو سالار جنگ میوزیم کا معائنہ کیا۔ یہاں رکھے ہوئے

آرٹ کے مختلف نمونوں کو دیکھکر میں بہت خوش ہوا۔ میری رائے میں یہ ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے"

۲۹ ستمبر ۱۹۵۲ء کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم حکومت ہند نے اپنے قدم میمنت لزوم سے سالار جنگ میوزیم کو مشرف فرمایا۔ میوزیم کی کتاب الرائے کی ابتدا آپ ہی کے اس تاثر سے ہوئی ہے!

"آج مجھے سالار جنگ مرحوم کے اس میوزیم کے معائینہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ ایک شخصی ذوق نے اتنا سامان بہم پہنچا دیا جو حکومتوں کی کوششوں سے بھی ہمیشہ فراہم نہیں ہوا کرتا۔ مزید خوشی اس بات سے ہوئی کہ چیزوں کی تقسیم و ترتیب نہایت قابلیت کے ساتھ کی گئی ہے اور اس کے اسٹاف کی حسن کارگزاری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے"

یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو حکومت ہند کے وزیر دفاع ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے سالار جنگ میوزیم کی سیر کی اور انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ اردو میں یہ رائے لکھ گئے:۔

"آج سال نو کا آغاز ہے۔ مجھے بہت مسرت ہے کہ آج مجھے اس میوزیم کے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس کو دیکھ کر خوشی سے مالا مال ہو گیا

ہوں اور سالِ نو کے لئے فال اچھا شمار کرتا ہوں۔ سارے ہندوستانیوں
کو سالار جنگ مرحوم کی ذات پر فخر ہونا چاہیئے کہ انہوں نے ایسا عجیب و غریب
اور بیش بہا مجموعہ قوم کے لئے چھوڑا ہے جو ہندوستان کیا سارے ایشیا کے لئے
باعثِ فخر ہے۔ مجھے اُمید قوی ہے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا اس میوزیم
کی شہرت بڑھتی جائے گی اور ہزارہا اشخاص اس کو دیکھنے کے لئے آیا کریں گے اور
مسرور ہو کر واپس جائیں گے۔"

۱۴ر جنوری ۱۹۵۶ء کو وزیرِ خارجۂ ہند ڈاکٹر سید محمود نے سالار جنگ میوزیم
کو تفصیل کے ساتھ دیکھا۔ اور بے اختیار ہو کر یہ تحریر فرما گئے:۔

"آج بہت مدت کے شوق کے بعد مجھے سالار جنگ مرحوم کی میوزیم دیکھنے
کا موقع ملا۔ اس میوزیم کی تعریف کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کا مصداق ہے
ایک واحد فرد کی کوشش و ذوقِ سلیم نے وہ کام کیا جو کسی بڑی سلطنت سے
ہونا آسان نہیں۔ اس میوزیم کو دیکھ کر ایک صاحب ذوق انسان کا دل باغ
باغ و شگفتہ ہو جاتا ہے۔ مجھے انگلستان و فرانس و جرمنی کی مختلف میوزموں
کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اس میوزیم
کو دیکھ کر جو ایک خاص کیفیت انسان پر طاری ہوتی ہے وہ کہیں پیدا نہیں ہوتی۔

"سالار جنگ مرحوم نے اپنی دولت کثیر کا صحیح استعمال کر کے ملک کی ایک عظیم الشان خدمت کی ہے۔ جس طرح دنیا کے سیاح و ممتاز حضرات تاج محل کو دیکھنے برابر آتے رہتے ہیں اسی طرح جب اس میوزیم کا کیٹلاگ شائع ہوگا دنیا کے صاحب ذوق جوق در جوق اس میوزیم کو دیکھنے کے لئے آیا کریں گے اور ہندوستان جس طرح آج تاج محل کے لئے مشہور ہے کل اس میوزیم کے لئے مشہور ہوگا"

یکم فبروری ۵۶ء کو ہز اکسلنسی مینشکوف، روسی سفیر ہند نے سالار جنگ میوزیم کو تفصیل کے ساتھ دیکھا اور کتاب الرائے میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔ پھر ۲۶ فبروری کو سویٹ نوجوانوں کے ثقافتی وفد نے اس میوزیم کی سیر کی اس وفد کی ایک رکن خاتون جو بڑی وضاحت کے ساتھ اردو بول رہی تھیں، ہز اکسلنسی کی رائے کا اردو ترجمہ اپنے قلم سے اس طرح درج کیا ہے:

"یہاں مختلف ملکوں کے مختلف عوام کے کلا کی نا قابل تقلید چیزوں کی نمائش کی گئی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ نمائش نہایت ہی قیمتی ہے۔ مجھے کوئی شک نہیں ہے کہ جن لوگوں نے یہ تمام چیزیں جمع کیں اور ان چیزوں کو محفوظ کیا ان کے نام مستقبل میں آزاد اور خوش حال نسل کی طرف سے اور بھی زیادہ مشہور کئے جائیں گے۔"

ایشیا کا سب سے بڑا میوزیم

سالار جنگ میوزیم کیا ہے، مختصر یہ ہے کہ ایک عجیب و غریب دنیا ہے۔ نظر فریب، دلکش، معلومات افزا اور عبرت انگیز۔ اس میوزیم کے بارے میں ماہروں کی یہ قطعی رائے ہے کہ ہندوستان تو ایک طرف ایشیا بھر میں نوادرات کا اتنا بڑا ذخیرہ کسی ایک جگہ اکھٹا نہیں سالار جنگ میوزیم ایشیا کا سب سے بڑا عجائب گھر ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اس عجائب گھر سے بڑے میوزیم ضرور موجود ہیں لیکن ان عجائب گھروں کی چیزیں مختلف لوگوں کی جمع کی ہوئی ہیں اور بڑی بڑی حکومتوں نے بے دریغ روپیہ صرف کرکے ان کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

سالار جنگ میوزیم میں جتنے نوادر رکھے ہیں، ان میں سے کچھ نوادر نواب سالار جنگ سوم کو اپنے خاندان سے ورثے میں ملے تھے۔ باقی سب نوادر خود ان کے اپنے جمع کئے ہوئے ہیں۔ اکیلے ایک آدمی کے جمع کئے ہوئے نوادرات کے لحاظ سے دنیا کا یہ سب سے بڑا عجائب گھر ہے۔

نوادرات کے اس انبار میں خوب گھوم پھرنے کے بعد

میر تقی میرؔ کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

بارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ نے چاہے کیسی ہی زندگی بسر کی
چاہے شاد جیئے ہوں کہ ناشاد مرے ہوں انہوں نے اپنے پیچھے ایسا شاندار
کارنامہ چھوڑا ہے کہ آرٹ کی دنیا ان کے اس احسانِ عظیم کو کبھی بھلا نہ سکے
جب تک ان کے جمع کئے ہوئے یہ نوادر یہاں موجود ہیں آنے والی نسلیں
کے نام کو عزت، احترام اور محبت کے ساتھ یاد رکھیں گی اور یہ خوش نصیبی
کم ہی فانی انسانوں کے حصے میں آتی ہے ؎

جو چیز ہے شہکار ہے صنعت کی ہنر کی
کیا کیجئے تعریف ترے ذوقِ نظر کی
جب تک یہ فسوں سحر و شام رہے گا
زندہ ترا دنیا میں مگر نام رہے گا

[illegible]